ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

شبلی نعمانی کی شعری تلمیحات کا مطالعہ

ڈاکٹر تقویم الحق، لیکچرار شعبہ اردو، اسلامیہ کالج پشاور

ڈاکٹر شہاب الدین، لیکچرار شعبہ اردو، اسلامیہ کالج پشاور

ڈاکٹر محمد سلیمان، لیکچرار شعبہ اردو، اسلامیہ کالج پشاور

ABSTRACT

Allama Shibli Nomani was a visionary, genius and versatile writer. The scope of his academic and literary services is very wide. He was highly intelligent and was ahead of his contemporaries due to his intelligence and academic achievements. He was simultaneously a reformer, educationist, researcher, critic, historian, biographer, philosopher, and Seerat Nigar as well as a poet. Allusion (Talmeeh) is a poetic skill by which a poet refers to a famous event, Quranic verse, Hadith, famous person (and his achievements) or a traditional story in few words in his verses (poetry). This adds a lot to the meaning of the verse (poem, poetry). This research article reflects the best use of Allusion (Talmeeh) in Shibli's Urdu poetry.

Keywords: Shibli Nomani, Urdu Poetry, Allusion (Talmeeh), Famous historical Persons, famous events

علامہ شبلی نعمانی ایک عہد ساز، عبقری اور کثیر الجہت ادیب تھے۔ ان کی علمی و ادبی خدمات کا دائرہ کار انتہائی وسیع ہے۔ انتہائی ذہین تھے اور اس زمانے میں بہت کم ادیب ان جیسی ذہانت حاصل کر سکے لہٰذا وہ اپنی ذہانت اور علمی کارناموں کی بدولت اپنے ہم عصروں سے آگے تھے۔ وہ بیک وقت محقق، نقاد، مورخ، سوانح نگار، فلسفی اور سیرت نگار تھے۔ ان خصوصیات کے ساتھ ساتھ ان کے علمی و ادبی کمالات میں ان کی اردو شاعری بھی شامل ہے۔

علامہ شبلی نعمانی کی شاعری کا آغاز بچپن سے ہوا تھا۔ وہ اپنی شاعری کو اپنا کوئی قابل فخر کارنامہ نہیں گردانتے تھے اور نہ خود انھوں نے اپنے ہم عصر شعراء کی صف میں شامل ہونے کی کوشش کی اور نہ ہی محمد حسین آزاد اور الطاف حسین حالی کی طرح ان کا شمار شاعروں میں کیا گیا بلکہ بقول سید سلیمان ندوی یہ ان کا ایک تفریحی مشغلہ تھا(۱) ۔ لیکن تفریحی مشغلہ ہونے کے باوجود وہ ایک پختہ اور قادر الکلام شاعر تھے اور ڈاکٹر سلام سندیلوی کی رائے میں:

> "تمام نثر نگاروں میں آزاد اور حالی کا ذکر بحیثیت شاعر کے بھی کیا جاتا ہے لیکن شبلی کو اس محفل میں جگہ نہیں دی جاتی۔ یہ شبلی کے ساتھ بے انصافی ہے۔ جہاں تک شاعرانہ صلاحیت کا تعلق ہے شبلی، آزاد اور حالی سے کم نہیں۔ اس لیے شبلی کو مورخ اور نقاد کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تسلیم کرنا ہمارا فرض ہے۔"(۲)

ابتداء میں علی گڑھ کا قومی تحریک ان کی شاعری کا محرک ہوا اور اخیر عمر میں رونما ہونے والے مختلف النوع اندرونی اور بیرونی محرکات نے ان کو ایک مرتبہ پھر اس طرف متوجہ کیا۔ ابتداء میں انھوں نے "تسنیم" تخلص اختیار کیا اور بعد میں انھوں نے اپنے نام "شبلی" کو اپنا تخلص قرار دیا۔ سید سلیمان ندوی نے ان کی اردو شاعری کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا: آغاز سے ۱۸۸۲ء تک۔ جب وہ علی گڑھ کالج گئے ہیں۔

دوسرا: علی گڑھ کے قیام کا زمانہ، ۱۸۹۸ء تک

تیسرا: حیدر آباد کا زمانہ اور کچھ لکھنؤ کا یعنی ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۸ء تک

چوتھا: ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۴ء تک جس میں انھوں نے وفات پائی۔(۳)

کلیاتِ شبلی (اردو) کی اشاعت سے پہلے مختلف موضوعات پر ان کی لکھی گئی نظموں کی مقبولیت کو مد نظر رکھ کر وقتی اور تاجرانہ فوائد کے حصول کے لیے ناقص و نامکمل مجموعوں کی صورت میں مختلف جگہوں سے شائع کیا گیا لیکن اب ان کی اردو شاعری (غزلیات کے بغیر) "کلیات شبلی (اردو)" کے نام سے دار المصنفین (اعظم گڑھ) سے شائع ہو چکی ہے اور جو علم بیان و بدیع کی مختلف النوع خوبیوں کا مرقع ہے۔ اس تحقیقی مقالہ میں علامہ شبلی نعمانی کی اردو شاعری میں علم بدیع کی ایک خوبی "تلمیح" (تلمیحاتی اسلوب بیان) کے موثر استعمال کا جائزہ لیا جائے گا۔ انھوں نے اپنے اسلوب بیان میں تلمیحاتی اسلوب کے ذریعے انتہائی وسیع مضامین کو قلمبند کیا ہے۔ انھی تلمیحات کے ذریعے انھوں نے اپنی قوم کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔ ان کو اپنی شاندار ماضی یاد دلائی اور انھیں غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہونے کی ترغیب دلانے کی بھی کوشش کی۔

تلمیح عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے لغوی معنی اشارہ کرنے کے ہیں۔ پروفیسر انور جمال تلمیح کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"تلمیح کی اصطلاح علم بدیع کے حصے میں آئی ہے۔ کلام میں کوئی ایسا لفظ یا مرکب استعمال کرنا جو کسی تاریخی، مذہبی یا معاشرتی واقعے یا کہانی کی طرف اشارہ کرے تلمیح ہے۔" (۴)

جبکہ ابوالا عجاز حفیظ صدیقی نے تلمیح کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

"زبان کے ابتدائی دور میں چھوٹے چھوٹے سادہ خیالات اور معمولی چیزوں کے بنانے کے لیے الفاظ بنائے گئے تھے۔ رفتہ رفتہ انسان نے ترقی کا قدم اور آگے بڑھایا۔ لمبے لمبے قصوں اور واقعات و حالات کی طرف خاص خاص لفظوں کے ذریعے اشارے ہونے لگے۔ جہاں وہ الفاظ زبان پر آئے وہ قصے وہ واقعے آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ ایسا ہر اشارہ تلمیح کہلاتا ہے۔"(۵)

ان تعریفات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایسا واقعہ، قصہ یا ضرب المثل جس کی طرف اشارہ ہوا ہو، اس کو بغیر معلوم کیے اور بغیر سمجھے بات کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں نہ آئے۔ اس لیے مصنف کو ایسی تلمیحات کا استعمال کرنا چاہیے کہ جن کے پس منظر سے لوگ واقف ہوں کیونکہ تلمیح ایسا انداز بیان ہے جو ایک چیز کی وضاحت کے لیے دوسری چیز کا حوالہ دینے کی بجائے دونوں چیزوں کے درمیان تصوراتی تعلق کو واضح کرتا ہے۔

کلیات شبلی (اردو) میں شبلی نعمانی نے مختلف تلمیحات کا بہترین استعمال کیا ہے۔ جیسے:

تھے جس پہ نثار فتح و اقبال
کسریٰ کو جو کر چکی تھی پامال (ص۲۱)

کس کو کسریٰ نے دیا تخت و زر و افسر و تاج
کس کے دربار میں تاتار سے آتا تھا خراج (ص۳۹)
ڈال دی کشور ایراں میں جو ہم نے ہلچل
گر پڑا خاک پہ تاج سر کسریٰ کیسا (ص۴۴)

ان اشعار میں علامہ شبلی نعمانی نے کسریٰ (عجم کے بادشاہوں کا لقب) کو بطور تلمیح استعمال کیا ہے۔ کسریٰ کا نام پرویز ابن ہرمز ابن نوشیروان تھا۔ بیہقی کی روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے کسریٰ کے قتل کی خبر اس رات کی صبح دی جس رات وہ قتل ہوا۔ ۶ھ میں آپ ﷺ نے مختلف ممالک کے بادشاہوں کے نام قبولِ اسلام کی غرض سے خطوط بھیجے، جن میں ایک خط فارس کے بادشاہ پرویز کے نام تھا، اس نے آپ ﷺ کے خط کی بے توقیری کرکے خط پھاڑ ڈالا اور کہا کہ محمد نے میرے نام سے پہلے اپنا نام کیوں لکھا؟ اس نے اپنے گورنر باذان کو حکم دیا کہ مدعی نبوت کو میرے پاس لاؤ۔ باذان نے اس غرض سے دو آدمی بھیجے۔ آپ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ کل رات شیرویہ نے پرویز کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو خبر دی۔ یہ خبر لے کر وہ دونوں باذان کے پاس پہنچے۔ باذان نے کہا اگر یہ خبر سچ ثابت ہوئی تو وہ واقعی اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بات کی تصدیق ہونے پر وہ اپنے دو بیٹوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ روایت میں ہے کہ جب کسریٰ نے آپ ﷺ کے خط کی بے توقیری کی تو آپ ﷺ نے بددعا فرمائی کہ اے اللہ! اس کے خاندان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کی حکومت چند دنوں میں ختم ہو گئی۔

شبلی نعمانی نے کسریٰ کو بطور تلمیح استعمال کرکے مسلمانوں کو امید دلائی ہے کہ ظلم و تکبر کا خاتمہ جلد ہوتا ہے۔ لہٰذا آج اگر تم غلام ہو تو کوئی بات نہیں۔ مسلسل محنت اور کوشش سے اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اب خضر کو گمرہی کا ڈر ہے
عیسیٰ کو تلاش چارہ گر ہے (ص۲۱)

اس شعر میں شبلی نعمانی نے خضر اور عیسیٰ کی تلمیحات کے مؤثر استعمال سے اپنے مقصد کی تبلیغ کی ہے۔ خضر اردو ادب میں ایک راہنما کے طور پر مستعمل ہے جو عام طور پر انسانی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ وہ صرف اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب کوئی قافلے سے بھٹک جاتا ہے تو ان کو منزل پر پہنچاتے ہیں۔ ان سے متعلق

اسرائیلیات، عوامی روایات اور حقائق اتنے الجھے ہوئے ہیں کہ اب اصل حقیقت بے معنی ہے۔ موسیٰؑ سے ملاقات کے علاوہ خضر کا نام سکندر کے ساتھ آیا ہے لیکن اس کی تصدیق باوثوق ذرائع سے نہیں ہو سکی۔ یہ بات عوام میں مشہور ہے کہ سکندر، خضر کی راہنمائی میں آبِ حیات کی تلاش میں نکلا تھا۔ مطلوبہ مقام تک پہنچا تھا مگر آبِ حیات پینے سے محروم رہا اور خضر نے پی کر ہمیشہ کی زندگی پالی حالانکہ ہمیشہ کی زندگی قرآن مجید یا احادیث مبارکہ سے ثابت نہیں۔ بعض خضر کو خشکی کا راہ نما گردانتے ہیں اور بعض اس کے برعکس۔ بہر حال تلمیح کے حوالے سے شاعروں نے بقدرِ ظرف استفادہ کیا ہے۔

اسی طرح عیسیٰؑ بن اسرائیل کے آخری پیغمبر تھے۔ وہ ایک پاک باز، باعصمت، عابدہ اور زاہدہ خاتون مریم کے بیٹے تھے۔ ان کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عام انسانی اصولوں کے برعکس، اپنی قدرتِ کاملہ کے مظہر کے طور پر بغیر باپ کے تخلیق کیا۔ اردو شاعری میں عیسیٰؑ کا ذکر مختلف ناموں سے ہوا ہے۔ کہیں عیسیٰ تو کہیں ابنِ مریم کے، کبھی مسیح تو کبھی مسیحا۔ ان ناموں میں عیسیٰؑ کی شخصیت کی بنیادی صفات موجود ہیں۔ لفظ 'عیسیٰ' عربی لفظ 'عاس یعوس' سے مشتق ہے جس کے معنی 'سیادت اور قیادت' کے ہیں اور یہ خوبی عیسیٰؑ کی بنیادی خوبی تھی کہ وہ دنیا کی سیادت اور قیادت کے لیے بھیجے گئے تھے۔ وہ شہر شہر اور قریہ قریہ گھوم کر تبلیغ واشاعتِ دین کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ جہاں رات ہو جاتی، وہیں رات گزار لیتے۔ مخلوقِ خدا ان سے روحانی وجسمانی شفا اور تسکین حاصل کرتی۔ ان کا ایک معجزہ مریضوں پر ہاتھ پھیر کر (اللہ کے حکم سے) شفایاب کرنا تھا۔

علامہ شبلی ان تلمیحات کے ذریعے یہ واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایک وقت جب مسلمان دوسری اقوام کی رہنمائی اور چارہ گری کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ اسی مناسبت سے انھوں نے حضرت کی رہنمائی اور عیسیٰؑ کی چارہ گری کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر موجود مسلمان اپنا یہی مقام گنوا چکے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو اپنے گم کردہ رستے کی تلاش پر اپنی توجہ مرکوز کرنی چاہیے تاکہ اپنے علم وہنر سے اقوامِ دنیا کی راہنمائی اور قیادت وسیادت کا اعلیٰ مقام پھر سے حاصل کر سکیں۔

خلق نبوی کی تھی یہ تصویر
آپس میں ہر ایک گرم تکفیر (ص ۲۲)

اس شعر میں شبلی نعمانی موجودہ عہد کے مسلمانوں پر طنز کرتے ہیں کہ آج مسلمان آپس میں ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ لگانے میں اپنی توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔ 'اخلاقِ نبوی' کی تلمیح سے وہ مسلمانوں کو یاد دلاتے ہیں کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان کا کام تبلیغِ دین کے ذریعے دوسرے لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کرنا ہے نہ کہ ایک دوسرے کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا۔ یہ پیغمبر ﷺ کی تعلیمات اور اخلاق کا مظاہرہ نہیں کہ ہر شخص گمرہی کی طرف گامزن ہے اور اور صراطِ مستقیم پر چلنے سے کترا رہا ہے۔ ایک دوسرے پر گالیاں اور لعنتیں بھیجتے ہیں اور وہ فتنے برپا کر رکھے ہیں جو اس سے پہلے نہ کسی نے دیکھے اور نہ سنے۔ آج بھی اگر مسلمان اخلاقِ نبوی کی عملی تصویر بن جائیں تو ایک مرتبہ پھر وہ اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

بجا ہے آج گر اس بزم میں یہ زیب و ساماں ہیں
یہ ان کی بزم ہے جو یادگار نسل عدناں ہیں (ص ۴۰)

حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں ایک کا نام قیدار تھا۔ قیدار کی اولاد میں ایک شخص عدنان نامی تھا۔ عرب کے وہ قبائل جو بنی اسماعیل کہلاتے ہیں، زیادہ تر عدنان کی اولاد ہیں۔ آگے چل کر انھی بنی عدنان کی ایک شاخ بنو قریش کہلائی۔ عدنان کی کنیت ابو معد تھی۔ رسول کریم (ﷺ) کا نسب نامہ ان تک مسلسل پہنچتا ہے۔ یہ شعر شبلی نعمانی کے قصیدہ اردو کا پہلا شعر ہے جس میں وہ بتانا چاہتے ہیں کہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس (۱۸۹۳ء) کی اس محفل میں موجود لوگ نسلِ عدنان کے یادگار ہیں۔ وہ مسلمانوں کو اپنا شاندار ماضی یاد دلانا چاہتے ہیں کہ عدنان کی نسل ایک وقت میں دنیا پر حکمران تھی اور آج تمہاری حالت کیا ہے؟

خلیل اللہ سے مہماں نوازی جن کو پہنچی
ہزاروں کوس سے آ آ کے وہ اس گھر میں مہماں ہیں (ص ۴۰)

مذکورہ قصیدہ کے اس شعر میں شبلی بطور تلمیح خلیل اللہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی مہمان نوازی کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جن کا دستر خوان ہر وقت مہمانوں کی خاطر مدارات کے لیے بچھا اور سجا رہتا تھا۔ ان کی سخاوت اور مہمان نوازی کا یہ حال تھا کہ آپ اپنے کسی بھی مہمان کو کھانا کھلائے بغیر رخصت نہیں کرتے اور مہمان کے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.7 No.4 2023

ساتھ ہی کھانا تناول فرماتے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ کوئی مہمان نہ آتا تو آپؒ وہ دن فاقہ سے گزارتے۔ وہ یہ بتاتے ہیں کہ اس کانفرنس میں موجود لوگوں کو خلیل اللہ سے مہمان نوازی ورثے میں ملی ہے۔

ذکر آتا ہے ترقی کا تو آنکھوں میں وہیں
صاف پھر جاتا ہے بغداد کا نقشہ کیسا(ص۴۴)
مصر و غرناطہ و بغداد کا ایک ایک پتھر
اور وہ دہلی مرحوم کے بوسیدہ کھنڈر(ص۳۹)
مرو و شیراز و صفاہاں کے وہ زیبا منظر
بیت حمراء کے وہ ایوان وہ دیوار وہ در(ص۳۹)
نہیں رہتے گویاں گھر تک مگر چرچے یہ رہتے ہیں
کہ اب تک قصر حمرا قبلہ گاہ رہ نورداں ہے(ص۴۱)
دیکھنا تجھ کو جو یورپ میں ہمارا ہو جلال
پوچھ اسپین سے تھا قلعہ حمرا کیسا(ص۴۴)

شبلی نعمانی نے اپنے اشعار میں مسلمان دورِ حکومت کے مختلف علمی مراکز کا تذکرہ بہترین تلمیحاتی انداز میں کیا ہے۔ ان علمی مراکز میں بغداد، مصر، غرناطہ، دہلی مرحوم، مرو، شیراز، صفاہان وغیرہ شامل ہیں۔ یہ شہریں صرف علم وادب میں آگے نہ تھیں بلکہ ترقی کے ہر میدان میں باقی دنیا سے بہت آگے تھیں۔ بغداد مسلمان عہد میں علمی وادبی ترقی کا ایک بہترین نمونہ تھی۔ یہی حال مصر، غرناطہ، مرو، شیراز صفاہان اور دہلی کا بھی تھا۔ دہلی کو مرحوم کہا ہے کیونکہ انگریزی علمداری کے بعد دہلی وہ دہلی نہ رہا جو علم وادب اور ہر قسم کی ترقی کے حوالے سے دنیا کے شہروں میں اپنا ایک الگ مقام رکھتی تھی۔ لہٰذا وہ مسلمانوں کو ان شہروں کے مقام ومرتبے سے آگاہ کر کے اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔

اس کے ساتھ انھوں نے اندلس (سپین) میں مسلمانوں کی ترقی کی مثال کے طور پر قصر حمرا (بیت حمرا) کا تذکرہ بطور تلمیح کیا ہے جو مسلمان عہد کی یادگار ہے اور جن کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ غرناطہ شہر میں واقع یہ عظیم الشان عمارت آج تک تعمیراتی حسن اور مضبوطی کے اعتبار سے ایک یادگار تاریخی عمارت سمجھی جاتی ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں خاندان بنونصر کے حکمران ابن احمر نے ایک عظیم الشان عمارت کی بنیاد رکھی جو سُرخ پتھروں سے تعمیر ہونے کی وجہ سے قصرالحمراء (سرخ محل) کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کی تعمیر کے بعد یہاں کے دیگر فرماں روا بھی الحمرا کی تزئین وآرائش میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ قصر حمرا کی بیرونی دیواریں اور ستون سادہ ہیں جبکہ فن تعمیر کا اصل حُسن اندرونی حصوں میں ہے۔ داخلہ کے لیے شمالی دیوار میں بیضوی شکل کا بہت بڑا دروازہ ہے (جو انصاف کا دروازہ کہلاتا ہے)۔ اس دروازے پر انسانی ہاتھ بنا ہے جس کی پانچ انگلیاں اسلام کے پانچ بنیادی ارکان (توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج) ظاہر کرتی ہیں۔ یہ دروازہ ایک بڑے صحن کی طرف کھلتا ہے جس کے درمیان میں پانی کا ایک بڑا تالاب ہے۔ سامنے مرکزی ایوان ہے جس کے دونوں پہلوؤں پر سنگ مرمر کے بنے ہوئے سیکڑوں ستون ہیں۔ محل میں بے شمار کمرے، ایوان، شہ نشیں، باغیچے اور غلام گردشیں ہیں۔ دروازے اور چھتیں آبنوس کی لکڑی سے بنی ہوئی ہیں جن پر حسین نقش ونگار کندہ ہیں۔ دیواروں اور محرابوں پر مختلف رنگوں کے جیومیٹریکل نقش ونگار بنائے گئے ہیں۔ کہیں کہیں عربی اشعار اور آیاتِ قرآنی کی خطاطی بھی معماروں کے ذوقِ علم وفن کو ظاہر کرتی ہے۔

قصر حمرا کو دیکھ کر عرب مسلمانوں کے ذوقِ تعمیر کا پتہ چلتا ہے۔ یہ عمارت اتنی خوبصورت اور فنِ تعمیر کا اتنا اعلیٰ نمونہ ہے کہ مرورِ ایام کے باوجود اس کی نفاست اور خوبی دیکھنے والوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ تاریخی اعتبار سے اس یادگار عمارت کی نفاست اور استقامت کو دیکھ کر ایک محقق کو کہنا پڑا کہ 'یہ عمارت بہت مضبوط ہے اور صدیوں سے حوادثِ روزگار کا مقابلہ کرتی رہی ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچا بھی تو وقت کے بے رحم ہاتھوں سے نہیں بلکہ متعصب انسان کی خوئے تخریب سے۔

اوج اقبال تو دیکھو کہ سلیماں کی طرح
سیر کرتے ہوئے پھرتے ہیں ہوا پر بادل(ص۴۳)

شبلی نعمانی اس شعر میں آنریبل سید محمود (مرحوم) کے خاندانی ترقی کو سلیمان علیہ السلام کے تخت سے تشبیہ دیتا ہے جو ہوا پر تیزی سے اڑتی تھی۔اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ عظیم الشان بادشاہت بھی عطا کی تھی جو جنوں،انسانوں اور چرند پرند پر تھی۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہوا کو آپؑ علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا تھا۔ جہاں کہیں آپؑ جانا چاہتے،ہوا آپؑ کو وہاں لے جاتی۔رخاء(نرم ہوا) کو حکم دیتے، وہ آپؑ کے تخت کو تیزی سے اڑاتی۔ہوا کی تیز رفتاری آپؑ کے تخت کو صبح ایک ماہ کی مسافت اور شام کو ایک ماہ کی مسافت طے کراتی۔تخت اڑتے وقت پرندوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ تخت کے اوپر اپنے پروں سے سایہ کریں تاکہ کسی کو دھوپ کی تپش سے تکلیف نہ ہو۔اسی طرح وہ فن میں مسلمانوں کی ترقی کے لیے یدِبیضا کی تلمیح استعمال کی ہے۔

کچھ فقط تیغ و سناں ہی میں نہ تھے ہم مشہور
ہم نے ہر فن میں دکھایا یدبیضا کیسا(ص۴۴)

دین اسلام کے فروغ وترقی اور دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمان صرف میدانِ جنگ میں تلوار کے جوہر دکھانے میں ماہر نہیں تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہر فن میں ماہر تھے۔شبلی نعمانی نے ہر فن میں ترقی کے لیے 'یدبیضا'بطور تلمیح استعمال کیا ہے۔'یدبیضا'موسیٰؑ کا معجزہ تھا۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی ہدایت کے لیے دو معجزات کے ساتھ اس کے دربار میں بھیجا۔ایک عصا اور دوسرا یدبیضا(ہاتھ کی سفید چمکدار روشنی)۔قرآن مجید میں (یدبیضا) کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے:(ترجمہ)اور(اے موسیٰ)اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملاؤ تو خوف سفید(چمکتا ہوا) نکلے گا بغیر کسی مرض(عیب) کے۔یہ ایک دوسرا معجزہ ہے تاکہ ہم تمہیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں(سورہ طٰہٰ،رکوع۱)

تفاسیر کے مطابق موسیٰ علیہ السلام بوقت ضرورت گریبان میں دایاں ہاتھ ڈال کر باہر نکالتے تو ایک دم روشن اور چمکدار دکھائی دیتا۔آپؑ کا دستِ مبارک جب روشن ہوتا تو اس کی نورانی شعاعوں سے دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں۔لہٰذا شبلی نعمانی نے ہر علم وفن میں مسلمانوں کی ترقی کو 'یدبیضا'کہا ہے جو کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔

اب بھی لندن میں غزالی کی ہے شہرت کیسی
اب بھی جرمن میں ہے بونصر کا چرچا کیسا(ص۴۵)
روم و اٹلی کے مدرسے میں کئی صدیوں تک
تھا سند فلسفۂ بو علی سینا کیسا(ص۴۵)

اس شعر میں شبلی نعمانی نے غزالی،بونصر اور بوعلی سینا کے علمی کارناموں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ان شخصیات کے علمی کارناموں سے لندن،جرمن اور اٹلی کے مدرسوں میں استفادہ کیا جاتا تھا۔غزالی کا نام امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد غزالی ہے جو عالم اسلام کے بزرگ ترین مفکروں میں سے تھے،طوس میں پیدا ہوئے۔فقہ،کلام،حدیث اور علوم قرآنی میں کمال حاصل کر کے مقام اجتہاد تک پہنچ گئے۔سلطان ملک شاہ سلجوق نے علم وفضل کی شہرت پر ان کو بغداد میں مدرسہ نظامیہ میں درس کے لیے مقرر کیا۔چار سال وہاں درس دیا اور کچھ تصانیف کی داغ بیل بھی ڈالی۔حج کے بعد انھوں نے سادہ زندگی اختیار کر لی۔فلسفے سے اپنی بیزاری کا اظہار کیا۔اسی طرح بو نصر ایران کا مشہور صوفی، فقیہ اور محدث تھا۔پورا نام شیخ ابو نصر عبداللہ بن علی سراج طوسی ہے۔اپنے زہد وپارسائی کی وجہ سے مشہور ہوئے۔بغداد میں ماہِ رمضان میں آپ مسجد شونیزیہ میں گوشہ نشین ہو کر درویشوں کی امامت کرتے۔اچھے مزاج کے آدمی تھے۔توحید ومعرفت پر بحث کرتے۔ ان کی "کتاب اللمع فی التصوف" عربی میں تصوف پر پہلی مکمل کتاب ہے۔اس کتاب میں صوفیا ومشائخ کے اصول واقوال کی تشریح کی گئی ہے۔

شیخ الرئیس ابو علی بن حسین بن عبداللہ بن سینا کا مولد بخارا کا ایک گاؤں خرمیثن ہے۔اوائل عمر ہی میں منطق،فقہ،نجوم،ریاضی اور طب کی طرف توجہ کی۔پھر مشہور فلسفی حکیم فارابی کی تصانیف کا مطالعہ کیا جن سے ان میں الٰہیات اور مابعد الطبیعیات کا ذوق پیدا ہوا۔ان کا والد سامانیوں کے دربار میں اچھے عہدہ پر فائز تھا چنانچہ بو علی سینا کو عدیم المثال شاہی کتب خانہ کے تمام نوادر سے استفادہ کا موقع مل گیا۔اس کتب خانہ کی نایاب کتابوں کے صرف نام علما کو معلوم تھے۔ان کا حافظہ تیز اور بلا کا ذہین تھا۔اس لیے ان کتابوں سے پورا فائدہ اٹھایا اور رفتہ رفتہ فلسفہ اور طب کے متخصصین میں شمار ہونے لگا۔اپنی شہرت کی بدولت مامون بن مامون خوارزم شاہی کے دربار سے وابستہ ہو گیا۔مامون بن مامون خوارزم شاہی محمود غزنوی کا ہم عصر ہے۔سلطان محمود نے بو علی سینا کو بطورِ خاص اپنے دربار میں بلایا لیکن اس نے انکار کیا کیونکہ وہ مذہباً

شیعہ اور بادشاہ کے دینی تعصب سے خائف تھا۔ بو علی سینا چھپ کررہے گیا اور وہاں سے ہمدان اور اصفہان پہونچا۔ بو علی سینا کی بیشتر تصانیف الٰہیات، مابعد الطبیعیات، اور ریاضیات پر مشتمل ہیں۔ یہ تصانیف عربی میں ہیں۔ طب پر ان کی کتاب صدیوں تک مشرق اور مغرب کے مدرسوں میں پڑھائی جاتی رہی۔

طور پر حضرت موسیٰ کی صدا آتی تھی
آج ایک اور جھلک سی مجھے آتی ہے نظر(ص ۴۷)
کلیم طور پہ کرتے تھے عرض قوم کا حال
تو آپ شملہ پہ کچھ حال قوم کا کہیے(ص ۷۳)

ان اشعار میں شبلی نعمانی نے کلیم اور طور کی تلمیحات سے اپنا مدعا مسلمان قوم کو پہنچایا ہے کہ آج ایک مرتبہ پھر مسلمان قوم میں غلامی سے نجات اور ترقی کی جھلک نظر آتی ہے۔ کلیم (اللہ تعالیٰ سے بات کرنے والا) سے مراد حضرت موسیٰؑ ہے۔ موسیٰؑ، اللہ تعالیٰ سے طور پہاڑ پر ہم کلام ہوتے تھے اس لیے ان کو کلیم کہتے ہیں اور جس کا تذکرہ قرآن مجید فرقان حمید میں بھی موجود ہے اور طور وادیٔ سینا کا وہ مشہور پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنے دیدار کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم میری تجلی کی تاب نہیں لا سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصرار پر اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی کا ظہور کیا۔ صرف ایک جھلک سے نہ صرف طور کا پہاڑ جل گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بے ہوش ہو گئے۔ آخری مصرع میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰؑ تو طور پہاڑ پر اپنی قوم کا حال بیان کرتے لیکن مسلمان سربراہان شملہ کانفرنس میں اپنی قوم کا حال سنانے سے عاری ہیں۔

عام الرمادہ کہتے ہیں جس کو عرب میں لوگ
عہد خلافت عمریؓ کا وہ سال تھا(ص ۵۳)

اس شعر میں شبلی نعمانی نے عمر فاروقؓ کے دورِ حکومت میں ۱۸ھ میں پڑنے والے قحط کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس سال کو 'عام الرمادہ' کے کہا جاتا ہے۔ 'عام الرمادہ' کے معنی ہیں ہلاکت کا سال یا عام تباہی کا سال۔ اس قحط میں بھوک اور پیاس کی وجہ سے لوگوں کا جینا محال ہو چکا تھا۔ عمرؓ نام، ابو حفص کنیت، فاروق لقب، والد کا نام خطاب تھا۔ حضرت عمرؓ کا خاندان ایام جاہلیت سے نہایت ممتاز تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب آٹھویں پشت میں رسول کریم (ﷺ) سے جا کر مل جاتا ہے۔ وہ خلیفۂ ثانی ہیں اور جن کے کارنامے روزِ روشن کی طرح روشن ہیں۔ آپؓ ان خوش نصیب انسانوں میں سے ہیں جن کے لیے خود رسول اکرم (ﷺ) نے مشرف بہ اسلام ہونے کی دعا کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسلامی سلطنت کے حدود کو بہت وسیع کیا۔ آپؓ اپنے زمانہ کے بہترین حکمراں، مدبر، سیاست دانِ منتظم سپہ سالار اور زبردست فاتح تھے۔ آپؓ نے جو وسیع سلطنت قائم کی اس کی بنیاد عدل انصاف اور مساوات پر تھی۔

شبلی نعمانی مسلمانوں کو اپنے عہدِ رفتہ کی یاد دلا رہا ہے۔ ان کی ایک نظم کا نام 'عدلِ فاروقی کا ایک نمونہ' ہے جس میں انھوں نے عمرؓ کے عدل وانصاف کا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ نظم کا عنوان بذاتِ خود تلمیح ہے جس میں انھوں نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا کہ ایک دن عمرؓ منبر پر کھڑے ہو کر تقریر فرما رہے تھے کہ ایک آدمی نے خلیفۂ وقت پر روبرو اعتراض کیا اور کہا کہ ہمیں تیرے عدل میں خرابی نظر آ رہی ہے۔ مالِ غنیمت میں سب کو ایک ایک چادر ملی۔ چادر چھوٹی اور تُو دراز قد ہے۔ اس لیے ایک چادر سے تمہارا لباس نہیں بن سکتا۔ اس اعتراض پر عمرؓ نے اپنے فرزند سے کہا کہ حقیقت بیان کرو۔ فرزندِ عمرؓ نے کہا جب والد محترم کا لباس ایک چادر سے پورا نہ ہوا تو میں نے اپنے حصے کی چادر والد کو دے دی۔ یہ وہ حقیقت ہے جو تم سے چھپا ہوا ہے۔ اعتراض دور پر اس شخص نے کہا کہ اب آپؓ جو بھی حکم دے ہم اس حکم کو ضرور مانیں گے۔

نص قرآن سے مسلمان ہیں بھائی بھائی
اس اخوت میں خصوصیت اعمام نہیں(ص ۶۰)

اس شعر میں قرآن مجید فرقان حمید کے سورۃ الحجرات کی آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کی رو سے تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی قرار دیے گئے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (ترجمہ): بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسی طرح ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث میں مسلمانوں کو آپس میں بھائی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

بھائی قرار دیا گیا ہے۔حدیث مبارکہ ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ (ترجمہ): ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔

نام لیتے تھے ارسطو کا ادب سے ہر چند
تھے فلاطون الٰہی کے بھی گو شکر گزار(ص ۶۲)

اس شعر میں شبلی نعمانی نے ارسطو اور افلاطون کو بطور تلمیح استعمال کیا ہے۔ارسطو یونان کا عظیم فلسفی تھا۔افلاطون کا شاگرد تھا۔افلاطون کی تعلیم نے اس پر بے حد اثر کیا اور اس نے حد درجہ جاں فشانی اور محنت سے علوم حاصل کیے۔وہ،افلاطون کی قائم کردہ ادارے کا طالب علم تھا۔وہ فلسفی اور سائنس داں تھا۔رائج علوم کا اس نے گہرائی سے مطالعہ کیا۔؛علم ادویات، حیاتیات اور فلکیات میں اہم اضافے کیے۔وہ،اخلاق کے سنہری اصول میں یقین رکھتا تھا۔اس کے نزدیک اخلاق کا معیار افراط و تفریط کے درمیان نقطہ اعتدال ہے۔اس نے ایتھنز میں فلسفے کے ایک اسکول کی بنیاد رکھی۔وہ،مشائیت کا بانی ہے۔یہ اصطلاح ان کے طریقہ تدریس سے لیا گیا ہے۔مشائیت کا فلسفیانہ پہلو یہ ہے کہ اس میں محسوس کی حقیقت سمجھنے اور کائنات کے اسی پہلو کو موضوعِ فکر بنانے کی سعی ہے۔ان کی تصانیف poetics(بوطیقا)اور The Ethics لافانی شاہکار ہیں۔شاعری اور سائنس کے بیشتر مباحث ارسطو کے مرہونِ منت ہے۔اسی طرح افلاطون قدیم یونان کا عظیم فلسفی تھا۔ان گھرانہ سیاست دانوں کے طبقہ سے تعلق رکھتا تھا۔اصل نام ارسٹوقلیس لیکن سینے کی غیر معمولی چوڑائی کی وجہ سے استاد نے افلاطون کالقب دیا جو لڑکپن میں اسے کشتی اور پہلوانی سکھاتا تھا۔یونانی زبان میں چوڑے سینے والے کو افلاطون کہا جاتا تھا اور پھر وہ اسی نام سے مشہور ہو گیا۔اپنی مضبوط جسامت اور گھڑ سواری میں مہارت کی بدولت وہ آغاز جوانی ہی میں ایتھنز کی گھڑ سوار فوج میں شامل ہو گیا اور ریاست کی طرف سے جنگ میں حصہ لیا۔ان دنوں سقراط کے جدید نظریات سے ایتھنز کے نوجوانوں میں مقبولیت حاصل کر چکا تھا۔اس کی تعلیمات سے متاثر ہو کر افلاطون بھی ان کا شاگرد ہو گیا۔سقراط کی سزائے موت تک وہ استاد کی حکیمانہ صحبت سے استفادہ کرتا رہا۔حصول علم کے لیے مصر، اٹلی اور سسلی کا سفر کیا جس میں فیثا غورث، تھیوڈورس اور اقلیدس جیسے علماء اور فلاسفہ سے ملاقات ہوئی اور ایک دوسرے کے علوم سے باہم مستفید ہوئے۔اس نے اپنی اکیڈمی قائم کی جسے دنیا کی پہلی یونیورسٹی بھی کہا جاتا ہے جس میں وہ ریاضی اور فلسفے کا درس دیتا تھا۔اس اکیڈمی کے کئی نامور طلبہ فارغ التحصیل ہوئے جن میں ارسطو سرفہرست تھا۔ افلاطون کی مشہور کتاب (Republic) اپنے موضوع کے اعتبار سے عالمگیر شہرت کی حامل ہے۔اس کی 'مکالمات' بھی مشہور ہیں۔

علم مومن کا گمشدہ میراث ہے، جہاں سے ملے حاصل کرلے۔اسی کلیہ پر عمل پیرا ہو کر مسلمانوں نے یونانی ناموروں کے علوم سے استفادہ کرنے میں عار محسوس نہیں کی۔ شبلی نعمانی کہتے ہیں مسلمانوں نے پہلے بھی اغیار سے سیکھا ہے۔یورپی علوم کا حصول وقت کی اہم ضرورت ہے،اس سے کسی کو انکار نہیں مگر اس شرط پر کہ ناموس شریعت کے وقار میں کمی نہ ہو۔

یہ زمیں ہے وہی قربان گہ اسماعیل
فدیہٗ نفس ہے خود دین خلیلی کا شعار(ص ۶۳)

اس شعر میں شبلی نعمانی کے دین خلیلی کے شعار 'فدیہ نفس' کا تلمیحاتی انداز میں حوالہ دیا ہے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند تھے۔جب اللہ تعالی کے حکم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کی قربانی کا عندیہ دیا تو آپؑ نے فوراً حکم خداوندی کے آگے سر جھکا دیا۔اللہ تعالی نے ان کی قربانی قبول فرمائی اور اس کی جگہ دنبہ بھیج دیا۔اسی یاد کو تازہ کرنے کے لیے مسلمان ہر سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر اللہ کے حضور قربانی کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

کہاں تک لو گے ہم سے انتقام فتح ایوبی
دکھاؤ گے ہمیں جنگ صلیبی کا سماں کب تک(ص ۶۶)

اس شعر میں شبلی نعمانی نے فتح ایوبی اور جنگ صلیبی کا بیان تلمیحاتی انداز میں کیا ہے۔جب بھی صلاح الدین ایوبی کا تذکرہ آئے گا تو صلیبی جنگوں کا تذکرہ ضرور کیا جائے گا کیونکہ وہ ان جنگوں کا ہیرو ہے۔ایوبی تکریت میں نجم الدین کے ہاں پیدا ہوئے۔ان کی ولادت کے بعد نجم الدین کو تکریت چھوڑنا پڑا۔اس لیے ان کی پیدائش منحوس خیال کی گئی لیکن آگے چل کر اس نے صلیبی جنگوں میں فتح حاصل کی۔دمشق پر نورالدین زنگی کے قبضہ کے وقت ان کی عمر سولہ سترہ سال تھی۔اسی وقت سے وہ

برابر نورالدین زنگی کے ساتھ رہے۔ان پر نورالدین زنگی کی بڑی توجہ و نظر تھی اور وہ انہیں بہت مانتا تھا۔سلطان صلاح الدین ایوبی کی حکومت کو مغربی ایشیاء کے تمام سلاطین نے چند سال ہی میں تسلیم کر لیا تھا۔انھوں نے مصر و شام پر تقریباً بیس سال حکومت کی۔ان کی موت تنہا فرمانروائے مصر و شام کی موت نہ تھی بلکہ اس شخص کی موت تھی جو تمام عمر اسلام کی حمایت میں تنہا متحدہ عیسائیت کا مقابلہ کرتا رہا اور جس نے تثلیث کے مقابلہ میں اسلام کے علم کو سربلند رکھا۔اس لیے ان کی موت پر تمام دنیائے اسلام نے اظہار غم کیا۔

اس تلمیح کے پردے میں وہ انگریز حکمرانوں سے کہتے ہیں کہ تمھارے ظلم و ستم کا خاتمہ کب ہوگا؟اور کب تک صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں صلیبی جنگوں کی شکست کا بدلہ ہم سے لیتے رہوگے؟اسی طرح مسجد کانپور کے واقعہ سے متعلق تلمیحی انداز بیان اپناتے ہوئے کہتے ہیں کہ تقسیم بنگال کی منسوخی کی طرح یہ بھی منسوخ ہوگا لیکن افسوس اس موقع پر انگریزوں نے اپنی بربریت کی انتہا کر کے اپنی تاریخ کو دہرایا۔

صدر اعظم بسوئے قسمت بنگالہ شرق
نگہے کرد و بہ فرمود کہ من کردم وشد(ص۸۸)

'مسجد کان پور کا وفد اور سر جیمس مسٹن کا جواب' کے عنوان سے لکھے گئے اس شعر میں صنعت تلمیح کا بہترین انداز میں استعمال ملتا ہے اور جس کے متعلق سید سلیمان ندوی،اسی شعر کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:(کلیات شبلی،ص۸۸)

"اس میں ایک لطیف تلمیح ہے۔لارڈ کرزن نے جب بنگال کی تقسیم کی تھی،مشرقی اور مغربی بنگال،تو بنگالیوں نے سخت ہنگامہ برپا کیا،اس کے جواب میں وزیر اعظم نے فرمایا تھا کہ ہماری حکومت کے احکام میں تغیر و تبدل نہیں،یہ مختتم معاملہ ہے،اور اس میں تنسیخ قطعاً غیر ممکن،مگر اس تیقن اور تاکید کا منظر یہ نظر آیا کہ شہنشاہِ برطانیہ نے دلی آکر تاج پوشی کے موقع پر اس ناقابل تنسیخ حکم کو منسوخ کر دیا،اسی طرح مسجد کا معاملہ بھی ہوگا۔"

۱۹۰۵ء میں بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور یہ ناقابل تنسیخ فیصلہ تھا لیکن شہنشاہ برطانیہ نے ۱۹۱۱ میں اس فیصلے کو منسوخ کر کے بنگال کی تقسیم ختم کر دی۔مسلمانوں کا خیال تھا کہ مسجد کانپور کے معاملے میں بھی شہنشاہ برطانیہ اس فیصلے کو منسوخی کا اعلان کریں گے،لیکن افسوس کہ نتیجہ برعکس نکلا اور مسجد کے ایک حصہ کو شہید کر دیا گیا۔

تیرے بازار میں وہ یوسف گم گشتہ ملا
جس کا مشتاق خود یوسف کنعانی ہے(ص۷۱)
وہ برادر کہ مرا یوسف کنعانی تھا
وہ کہ مجموعہ ہر خوبی انسانی تھا(ص۱۰۹)

شبلی نعمانی نے ان دونوں اشعار میں 'یوسف کنعانی' کو بطور تلمیح بہترین انداز میں استعمال کیا ہے۔دوسرے شعر میں اپنے بھائی کی وفات پر ان کا مرثیہ لکھتے ہوئے،تمام کمالات سے متصف اپنے بھائی کو یوسف کنعانی کہا ہے۔حسنِ سیرت کے ساتھ ساتھ حسنِ صورت میں بھی یوسف علیہ السلام ثانی نہیں رکھتے تھے۔ یوسف علیہ السلام میں حسن و خوبروئی کا ہر پہلو بدرجہ کمال موجود تھا۔ان کے ملکوتی حسن کو دیکھ کر زنانِ مصر نے پھل کاٹنے کی بجائے چھریوں سے اپنی انگلیاں کاٹ کر بے اختیار کہا: سبحان اللہ!(ایسا حسن)یہ آدمی نہیں کوئی بزرگ فرشتہ ہے اسی مرثیہ میں اپنے بھائی کے حسن سیرت و صورت کی رعایت سے 'یوسف کنعانی' کی تلمیح استعمال کی ہے۔

لیکن اب وہ میں نہیں ہوں کہ پڑا پھرتا تھا
اب تو اللہ کے افضال سے تیمور ہوں میں(ص۱۱۶)

اکبر الہ آبادی نے شبلی نعمانی کو دعوت دی۔شبلی نعمانی نے اپنے پاؤں کٹنے کی معذوری ظاہر کر کے معذرت کی۔شعر کا جواب شعر میں دیتے ہوئے شبلی نے اپنے لیے 'تیمور' کی تلمیح کا سہارا لیا ہے۔تیمور وسطی ایشیا کا عظیم فاتح اور حکمران تھا۔وہ اپنی شجاعت اور ذہانت سے ماوراء النہر کا حکمران بن گیا۔اس نے اپنی فوجی قوت اور جنگی صلاحیت کے بھروسے ہرات،سیستان،کاشغر،خراسان،کابل،قندھار،آذربائیجان،ایران اور ہندوستان تک کا سارا علاقہ فتح کر لیا۔تیمور ایک ٹانگ سے لنگڑانے کی وجہ سے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

'تیمور لنگ' کہلایا۔ وہ انتہائی بہادر، ذہین اور علماء کا قدر دان تھا۔ چین کی مہم کے دوران بیماری سے وفات پا گیا۔ شبلی نعمانی نے پاؤں کٹنے کی رعایت سے خود کو 'تیمور' کہا ہے کہ تیمور کی طرح میرے حوصلے بلند ہیں لیکن پاؤں کٹنے کی وجہ سے اب میں وہ شبلی نہیں رہا۔

شبلی نعمانی نے اپنی شاعری میں جو تلمیحات استعمال کی ہیں، ان میں بعض تلمیحات کا استعمال اور شاعروں کے ہاں بھی ملتا ہے۔ یہ تلمیحات انوکھے اور نئے نہ سہی لیکن اپنے مقصد کی ترویج اور مفہوم کی ترسیل کے لیے کافی ہیں۔ وہ مسلمانوں کو اپنے شاندار ماضی کی یاد دلا کر خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے پسندیدہ میدان 'تاریخ' سے ایسے تاریخی شخصیات و واقعات کا انتخاب کیا ہے جو اپنے اندر وسیع مضمون، معنویت اور مفہوم سموئے ہوئے ہیں۔ الغرض انھوں نے اپنی نظموں (شاعری) میں بہترین اور مناسب و موزوں تلمیحات کے بھرپور اور موثر استعمال سے مسلمانوں کے دلوں میں امید کی روشنی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس میں وہ کامیاب نظر آتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ سید سلیمان ندوی، کلیاتِ شبلی (اردو)، دیباچہ طبع اول، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۰۷ء، ص ا

۲۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی، مولانا شبلی کی اردو شاعری، ادیب شبلی نمبر، ص ۱۵۴

۳۔ سید سلیمان ندوی، دیباچہ طبع اول، کلیات شبلی (اردو)، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۲۰۰۷ء، ص ا۔۵

۴۔ پروفیسر انور جمال، ادبی اصطلاحات، ص ۸۲

۵۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۴۷

۶۔ اشعارِ شبلی کا حوالہ: کلیات شبلی (اردو)، علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنفین اعظم گڑھ، ۲۰۰۷ء

۷۔ علامہ شبلی نعمانی کی بعض تلمیحات سے متعلق معلومات مندرجہ ذیل کتب سے اخذ شدہ ہیں:

فرہنگ تلمیحات، ثوبان سعید، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی، ۲۰۱۱ء

تلمیحات نظیر اکبر آبادی، ڈاکٹر شریف احمد قریشی، شوبی آفسٹ پریس، دہلی، ۲۰۰۶ء

تلمیحات اقبال، سید عابد علی عابد، بزم اقبال لاہور، ۱۹۵۹ء

فارسی اور اردو ادب میں تلمیحات واشارات، پروفیسر مجیب الرحمان، علمی مرکز کلکتہ، ۱۹۸۶ء

تلمیحات آتش، ڈاکٹر عبدالغفار کوکب، بیکن بکس لاہور، ۲۰۱۱ء

اردو شاعری کی نادر تلمیحات، شوکت علی شوق، ارمغان علم وادب پشاور، ۲۰۱۵ء